Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
قائمقام ایڈیٹر یوسف سہیل شوق
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴ ربوہ
فون ۴۴۹
جلد ۴۲-۷۷ | منگل ۶۔ شعبان ۱۴۱۲ھ، ۱۱۔ تبلیغ ۱۳۷۱ہش، ۱۱۔ فروری ۱۹۹۲ء | نمبر ۳۴

حضرتِ سیّدہ بیگم صاحبہ کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست

کل (۱۰؍ فروری) کے الفضل میں حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی طرف سے آمدہ پیغام کی روشنی میں احباب جماعت حضرت بیگم صاحبہ کی صحت کے بارے میں تازہ صورت حال سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ حضرت بیگم صاحبہ ہسپتال سے گھر تشریف لے آئی ہیں۔ حضور ایدہُ اللہ خود ان کا ہومیو پیتھک علاج کر رہے ہیں۔

احباب کرام اس علاج کی کامیابی اور حضرت بیگم صاحبہ کی جلد اور کامل شفایابی کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"عبادت اور احکامِ الٰہی کی دو شاخیں ہیں۔ تعظیم لامر اللہ اور ہمدردی مخلوق۔ مَیں سوچتا تھا کہ قرآن شریف میں تو کثرت کے ساتھ اور بڑی وضاحت سے ان مراتب کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر سورہ فاتحہ میں ان دونوں شقوں کو کس طرح بیان کیا گیا ہے۔ مَیں سوچتا ہی تھا کہ فی الفور میرے دل میں یہ بات آئی کہ (ــــــ) سے ہی یہ ثابت ہوتا ہے یعنی ساری صفتیں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو ربّ العالمین ہے۔ یعنی ہر عالم میں نطفہ میں اور مضغہ وغیرہ میں سارے عالموں کا ربّ ہے۔ پھر رحمٰن ہے۔ پھر رحیم ہے اور مالک یوم الدین ہے۔ اب اس کے بعد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) جو کہتا ہے تو گویا اس عبادت میں وہی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ مالک یوم الدین کی صفات کا پَرتو انسان کو اپنے اندر لینا چاہیئے کیونکہ کمال عابد انسان کا یہی ہے (اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے رنگ میں) رنگین ہو جاوے۔ پس اس صورت میں یہ دونوں امر بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان ہوئے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۰۸-۳۰۷)

"بہترین دعا وہ ہوتی ہے جو جامع ہو تمام خیروں کی اور مانع ہو تمام مضرات کی۔ اس لئے (جن پر تُو نے انعام نازل کیا) کی دُعا میں آدمؑ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کے کُل منعم علیہم لوگوں کے انعامات کے حصول کی دُعا ہے اور (نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب ہوُا یا جو گمراہ ہوئے) میں ہر قسم کی مضرتوں سے بچنے کی دعا ہے۔ چونکہ مغضوب سے مراد یہوُد اور ضالین سے مراد نصاریٰ بالاتفاق ہیں تو اس دعا کی تعلیم کا منشا صاف ہے کہ یہوُد نے جیسے بیجا عداوت کی تھی۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۰۹)

خصوصی درخواست دُعا

محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ لکھتی ہیں کہ

"میرے داماد مصطفےٰ احمد خان جو نواب عبداللہ خان صاحب اور نواب صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے چھوٹے بیٹے ہیں ان کا مثانے کا امریکہ میں گیارہ فروری کو آپریشن ہے۔ یہ میجر آپریشن کئی گھنٹے کا ہے۔ ان کے لئے سب بھائیوں اور بہنوں سے دردِ دل کے ساتھ دعا کی درخواست کرتی ہوں۔ خدا تعالیٰ آپریشن اپنی رحمت سے ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے۔ بعد میں کبھی کوئی پیچیدگی نہ ہو۔ مصطفےٰ احمد خان کو خدا تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔"

نمایاں کامیابی

مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب (ڈویژنل انجنیئر مائیکرو ویو کوئٹہ) کی صاحبزادی عزیزہ آنسہ ریحانہ رحمٰن نے اس سال F.S.C کے امتحان میں خدا کے فضل سے پورے بلوچستان بورڈ میں ۸۰۶/۱۱۰۰ نمبر حاصل کرکے اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ عزیزہ ریحانہ رحمٰن نے اس سے قبل میٹرک کے امتحان میں بھی بلوچستان بورڈ میں سوئم پوزیشن حاصل کی تھی۔

عزیزہ مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب درویش کی نواسی اور مکرم چوہدری غلام احمد صاحب کی بھانجی ہے

احباب سے درخواستِ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزہ کو مزید ترقیات عطا فرمائے۔

ولادت

مکرم محمد انیس صاحب طاہر مربی سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے ۱۷؍ نومبر کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے حضور نے ازراہِ شفقت بچے کا نام مونس احمد

باقی صفحہ ۸ پر

عبادت کو حمد سے خالی نہ ہونے دیں

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرّابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"اگر کسی کی عبادتیں حمد سے خالی ہوں اور حمد غیروں کے لئے خواہ بظاہر اس کی عبادت کرے یا نہ کرے تو اس کی حمد سکڑ کر چھوٹی سی رہ جاتی ہے۔ کہتا تو یہ ہے کہ اے خدا! مَیں صرف تیری عبادت کرتا ہوں مگر جو موحّد ہو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اے خدا! میری نیت یہی ہے کہ تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کروں لیکن اس کی حمد چونکہ دُنیا میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے اور لوگ تو خود قبلہ بن چکے ہیں بجائے اس کے کہ وہ قبلہ نما ہوں۔ اس پہلو سے اس کی عبادت جتنا حمد سے خالی ہوتی ہے اتنا ہی سکڑ کر اس طرح بن جاتی ہے جیسے کوئی فالج زدہ جسم ہو۔ ہاتھ سکڑ کر پہلو کے ساتھ بغیر طاقت کے لٹک جاتا ہے۔ ہاتھ تو رہتا ہے۔ اسی طرح عبادت کی ظاہری شکل تو رہے گی لیکن چونکہ حمد سے خالی ہوگی اس لئے وہ جان سے خالی ہوگی۔ وہ زندگی سے خالی ہوگی۔ وہ رُوح سے خالی ہوگی۔ وہ طاقت سے خالی ہوگی۔ وہ اثر سے خالی ہوگی اور اسی نسبت سے (ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں) میں کمزوری آجائے گی۔ خدا کی تقدیر اندھی تو نہیں ہے۔ خدا کی تقدیر تو اتنی صاحب بصیرت ہے کہ ان باریک ترین چیزوں کو بھی دیکھتی ہے۔ جن پر انسان کی نظر پڑ ہی نہیں سکتی۔ اللہ کی تقدیر از خود (ہم تجھ

باقی صفحہ ۳ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۱- تبلیغ ۱۳۷۱ہش ۱۱- فروری ۱۹۹۲ء

بہار کی آمد

بہار کی آمد کے ساتھ ہی موسم میں خوشگوار تبدیلی آتی ہے۔ نئی کلیاں اور شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں۔ نئے نئے خوش رنگ پھول اپنی تمام تر رعنائی کے ساتھ اپنی بہار دکھانے لگتے ہیں۔ ہر طرف سبزہ نظر آنے لگتا ہے۔ درختوں کی شاخیں جو موسم خزاں میں اپنے پتوں سے محروم ہو کر بے رونق اور ننگی ہو جاتی ہیں ان پر دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں نئی خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔

بہار کی آمد چونکہ نئی کلیوں کے کھلنے اور غنچوں کے چٹکنے کی علامت ہوتی ہے اس لئے اس موسم میں شجرکاری کی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں درختوں اور جنگلوں کی تعداد بے حد کم ہے۔ صرف ۵ فیصد رقبے پر درخت موجود ہیں اور یہ رقبہ اصل ضرورت سے بہت کم ہے اس لئے ہر سال اس موسم میں لاکھوں پودے لگائے جاتے ہیں۔ تاکہ ملک سے درختوں کی کمی ختم ہو سکے۔ ان میں سے کچھ چلتے ہیں۔ بھاری تعداد ضائع ہو جاتی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو خدائی خبریں دی تھیں ان میں بھی بہار کا ذکر آتا ہے۔ اور یہ خدائی خبر کہ

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

اپنے معنی اور مطالب کے لحاظ سے اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ بہار کے موسم کا خدا کی باتیں پوری ہونے سے ایک خاص تعلق ہے اور خدا تعالیٰ کی باتیں اس موسم میں بار بار پوری ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں خدا تعالیٰ کی باتیں بار بار پوری ہونے کا اس موسم کے ساتھ کوئی گہرا تعلق ہے۔

اس سال بھی اب جبکہ بہار کا موسم آرہا ہے تو کتنا اچھا ہو کہ ہم یہ دعائیں کریں کہ ہمارا پیارا مولا کریم اس بہار میں ہماری دعائیں سن لے اور اس کے مونہہ کی باتیں پوری ہو کر ہماری شادکامی کا سبب بن جائیں۔ سوچنے بیٹھیں تو کتنی ہی باتیں ہیں جو پوری ہونے کی منتظر ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کتنی ہی باتیں ہیں جو جب پوری ہوں گی تو لطف و مسرت کی ایک نئی دنیا کو جنم دیں گی۔

دعا کریں کہ اس موسم بہار میں ہمارا مولا ہمیں اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کرنے کی خوشخبری سنا دے۔ اس بہار میں اللہ کی طرف بلانے کی ہماری مہم ترقی اور کامرانی کی نئی منازل سے روشناس ہو جائے۔ تاکہ ہمارے محبوب آقا اور امام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی وہ خواہش پوری ہو جائے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت دور میں ایک کروڑ افراد حلقہ بگوش احمدیت ہو جائیں۔

دعا کریں کہ موسم بہار کا یہ دور ہمارے اسیران رہ مولا کی رہائی کی نوید لائے، جن پر حضرت بانی سلسلہ کی ایک اور خدائی خبر بھی چسپاں ہوتی ہے، جس میں حضور کو فرمایا گیا،

"ان کو کہہ دو انہوں نے رنج بہت اٹھایا ہے ثواب بہت ہوگا۔"

دعائیں کریں کہ بہار کا یہ موسم احمدیوں کے لئے مذہبی آزادی کی نوید لائے۔ تناؤ اور کشاکش کا دور فرحت و مسرت کی ہواؤں میں بدل جائے۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔

دھوپ بھی میری چھاؤں بھی میری میرے باد و باراں
میرے دل میں پھول اُگے ہیں پھول ہیں یا دِیاراں
آگے پیچھے کے منظر ہیں آنکھوں کا سرمایہ
مَیں نے جو جو شغل اپنایا تھا کارِ بیکاراں

ابوالاقبال

ہم ترے آستاں سے ہو آئے

مولانا محمد شفیع اشرف صاحب سابق ناظر امور عامہ نے ایک جلسہ لندن میں شرکت اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کے بعد واپسی پر یہ نظم کہی تھی۔

ہم ترے آستاں سے ہو آئے　　کعبۂ عاشقاں سے ہو آئے
رشکِ کوئے جناں سے ہو آئے　　اِک نئے آسماں سے ہو آئے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

غمزہ ہائے جمال کی کرنیں　　جلوہ ہائے جلال کی شمعیں
وعدہ ہائے وصال کی رمزیں　　اک نئی شان کے نشاں پائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

خُم بہ خُم وصل کی شراب ملی　　چشمِ ساقی نے انتہا کر دی
دیدہ و دل کی تشنگی تو بجھی　　اک نئی آگ بھی لگا لائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

کس قدر تُو نے حوصلہ بخشا　　کتنی بے تابیوں کو چین آیا
بڑھ گیا جذبۂ یقین و وفا　　یاس و حرماں کے چھٹ گئے سائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

تیرے ارشاد پہ تھے ہم پہونچے　　تیرے ارشاد پر چلے آئے
دل تھا مجبور۔ اس کو کیا کہتے　　تیرے قدموں میں اُس کو چھوڑ آئے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

تیرے لطفِ عمیم کی سوگند　　تیرے عزمِ صمیم کی سوگند
تیرے ربِّ کریم کی سوگند　　جان حاضر ہے تُو جو فرمائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

سُن کے تیرے پیار کا پیغام　　ناز کرتے ہیں سب ترے خُدّام
کہہ رہے ہیں بصد خلوص سلام　　آرزوؤں کے ہاتھ پھیلائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

اب ہُوں مَیں اور ترا حسین خیال　　دل کی دنیا ہے اس سے مالامال
کُلفتِ ہجر میں ہے کیفِ وصال　　ذکر تیرا دلوں کو گرمائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

حُسن تیرا سدا دمکتا رہے　　عشق اپنا سدا چمکتا رہے
دل بہلتا رہے، چہکتا رہے　　ہم گئے تھے تو تُو بھی آ جائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

محمد شفیع اشرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر ـــــ (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے)

علمی مسائل

"تیسری بات جس سے احکام کی تعمیل میں بشاشت پیدا ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تعمیل احکام میں ایسے فوائد موجود ہوں جو جزائے اعمال کو اعمال کی نسبت سے زیادہ بناتے ہوں اور یہ بات بھی صرف (دینِ حق کی) تعلیم میں پائی جاتی ہے۔

(دینِ حق) جس خدا کو پیش کرتا ہے اس کی صفات میں سے ایک صفت رحیمیت کی ہے اور رحیمیت کے معنے یہ ہیں کہ تھوڑا سا کام بندہ کرتا ہے اور غیر منتہی نتیجہ خدا پیدا کرتا ہے۔ مثلاً انسان روٹی کھاتا ہے۔ روٹی کھانے کا یہی نتیجہ نہیں ہوتا کہ پیٹ بھر جاتا ہے۔ بلکہ اس کے نتیجہ میں خون پیدا ہوتا ہے جو مہینوں اور سالوں انسانی جسم میں کام کرتا ہے۔ اسی خون سے اس کے دماغ کو طاقت ملتی ہے۔ اس کی نظر کو طاقت ملتی ہے۔ اس کے ذہن کو طاقت ملتی ہے۔ اس کے کانوں کو طاقت ملتی ہے جو مہینوں اور سالوں اس کے کام آتی ہے۔ اور پھر وہ کام مہینوں اور سالوں تک مزید نتائج پیدا کرتے ہیں۔ پھر اسی میں سے نطفہ پیدا ہوتا ہے۔ جس سے اس کی نسل پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسی نسل سے اگلی نسل اور اگلی نسل سے اور اگلی نسل پیدا ہوتی ہے۔ گویا ایک فعل تواتر سے نتائج پیدا کرتا ہے۔ یہ رحیمیت ہے۔ اگر دنیا میں صرف یہی سلسلہ ہوتا کہ جب کوئی شخص کام کرتا تو اسی وقت اس کا ایک نتیجہ پیدا ہو جاتا تو ہم اس کو بدلہ تو کہہ سکتے تھے جیسے مزدور مزدوری کرتا ہے تو اپنی اجرت لے لیتا ہے۔ مگر ہم اسے رحیمیت نہیں کہہ سکتے تھے۔ رحیمیت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے پنشن ہوتی ہے۔ لوگ ملازمت کرتے ہیں تو انہیں اس کا بھی ایک بدلہ مل رہا ہوتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کے کھاتے میں یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ آئندہ اس کام کا متواتر نتیجہ پیدا ہوگا۔ یہ چیز ہے جو رحیمیت کے مشابہ ہے۔ یعنی کام کا بدلہ نقد ہی نہیں ملا۔ بلکہ آئندہ کے لئے اور نیک نتائج کی بنیاد بھی ساتھ ہی رکھ دی گئی۔

غرض رحیمیت میں تھوڑا سا کام بندہ کرتا ہے اور غیر منتہی نتیجہ خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ اور اگر انسان کو یہ نظر آ جائے کہ مجھے میرے اعمال کی جو جزا ملنے والی ہے وہ میرے اعمال کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوگی تو انسان طبعی طور پر چاہے گا کہ وہ خدا کے ارشاد کے مطابق اعمال کو بجا لائے۔ تاکہ اسے اس کے اعمال کا غیر محدود بدلہ ملتا جائے۔ اور جب انسان کو اچھی طرح یہ سمجھ آ جاتا ہے اور اس پر یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب جزا دیتا ہے تو متواتر دیتا چلا جاتا ہے۔ تو وہ اپنے اندر ایک خوشی اور لذت کی لہر محسوس کرتا اور نیک اعمال کے بجا لانے میں بہت زیادہ جدوجہد کرتا ہے تاکہ وہ خدا تعالیٰ کی غیر محدود جزا سے حصہ لے سکے۔

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ مومنوں کے اعمال کا بدلہ ان کے اعمال سے بہت بڑھ کر ہوگا۔ چنانچہ سورۃ تین میں فرمایا کہ وہ لوگ جو مومن ہیں اور نیک عمل کرنے والے ہیں ان کو نہ کٹنے والا انعام ملے گا۔

پھر فرمایا (انعام: ۲۰) یعنی جو شخص نیکی کرے گا اسے اس نیکی سے دس گنے زیادہ بدلہ ملے گا اور جو برائی کرے گا اس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی اس نے برائی کی ہوگی نیکی کا کم بدلہ دے کر اس کا حق نہیں مارا جائے گا۔ اور نہ بدی کا بدلہ زیادہ دے کر اس پر ظلم کیا جائے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک نیک عمل کے بدلہ میں دس گنا اجر ملے گا۔ ہر حال عمل سے بڑھ کر جزا ہوگی۔

پھر فرمایا۔ (البقرہ پ ع ۳۶) یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یعنی قومی اور ملّی مفاد کے لئے اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ زمین میں ڈالا ڈالا جائے اور وہ سات بالیاں اُگائے اور ہر ایک بالی میں سو دانہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے مال کو جتنا چاہے بڑھا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور حالات کو جاننے والا ہے۔

ان آیات میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اموال خرچ کرنے والے کو سات سو گنے بلکہ اس سے بھی زیادہ بدلہ ملے گا۔ اور وہ انسان کی قربانی کو دیکھ کر اسے نوازے گا اور ان حالات کو جن حالات میں اس نے قربانی کی ہے مدِنظر رکھے گا۔

بہر حال جس شخص کو یہ علم ہو کہ اس کے عمل کا سات سو گنا اجر مل سکتا ہے وہ کیوں بشاشتِ قلبی سے اعمال کو بجا نہ لائے گا۔

چوتھی چیز جس سے احکام کی تعمیل میں بشاشتِ قلبی پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو خود سمجھ آ جائے کہ شریعت کے احکام اس کے حق میں مفید ہیں اور یہ کہ ان پر چل کر اسے اس کا مقصود مل سکتا ہے۔ پس جب اس کو یہ سمجھ آ جائے گی تو وہ شریعت پر خوشی سے عمل کرے گا اور اسے چٹی نہیں سمجھے گا۔

یہ بات بھی صرف (دینِ حق) کی پیش کردہ تعلیم میں ہی ہے کہ نہ صرف اس پر چل کر خدا تعالیٰ بندہ سے راضی ہو جاتا ہے بلکہ ان احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے اس عمل کرنے والے کی ذات کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور اس کی قوم کو بھی۔ مثلاً نماز ہے۔ نماز پڑھنے سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے بلکہ انسان کو ذاتی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت سی خرابیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے فرمایا ہے (العنکبوت ۵ع ۲۱) کہ حقیقی نماز انسان کو بدیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔ پس جو شخص نماز پڑھتا ہے اس کو ذاتی طور پر یہ فائدہ پہنچے گا کہ وہ کئی قسم کی بدیوں سے بچ جائے گا۔ جس سے دوسرے لوگ محفوظ نہیں رہ سکتے۔ گویا نماز پڑھنے والا ایک محفوظ قلعہ میں داخل ہو جائے گا جس کے اندر شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔

پھر نماز سے کئی قومی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ امر ہر وقت سامنے رہتا ہے کہ ہم نے اپنے شیرازہ کو قائم رکھنا ہے۔ ہمارا ہر وقت ایک واجب الاطاعت امام ہونا چاہیئے جس کے ہاتھ پر قوم جمع رہ کر (ـ) جھنڈے کو بلند رکھ سکے۔ اسی طرح (ـ بیت) میں جانے کی وجہ سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہو جاتی ہے گویا وہ مقصد جس کو ہر عقل مند قوم چاہتی ہے (ایمان والوں) کو زائد طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ ہیں۔ ان سے صرف روزہ رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے کا ہی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ کسی قوم کی تنظیم اور اس مضبوطی کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ (ایمان والوں) کو مفت میں حاصل ہو جاتی ہیں۔

پس وہ تمام باتیں جو احکام کی تعمیل میں بشاشتِ قلبی اور حقیقی اطاعت کی روح پیدا کر سکتی ہیں۔ صرف (دینِ حق) کی پیش کردہ تعلیم میں ہیں اور کسی مذہب کے احکام میں نہیں۔ اس لئے شرک یا دوسرے مذاہب کی موجودہ حالت میں فرمانبرداری تو ہو سکتی ہے مگر اطاعت نہیں ہو سکتی جس چیز کو غیر مذاہب کے ماننے والے اطاعت کا نام دیتے ہیں وہ درحقیقت پیروی کرنا ہے جس کا نام غلطی سے اطاعت رکھ لیا گیا ہے۔

مثلاً مشرکین کو لے لیں (اس سورت میں صرف مشرکین کا ذکر نہیں بلکہ سب کفار کا ذکر ہے)۔ مشرکین کے مذہب کی بنیاد (۱) رسم و رواج پر (۲) اوہام پر اور (۳) دائمی زندگی کے انکار پر ہے اور شرح صدر اور احکام کی تعمیل کا شوق۔ ان امور کی موجودگی میں ناممکن ہے۔ جو شخص صرف اس لئے کوئی کام کرتا ہے کہ اس کے باپ دادا ایسا کرتے تھے وہ ایک قسم کے جبر کے ماتحت ایسا کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو لوگ ناخلف سمجھیں گے۔ قوم میں ناک کٹ جائے گی۔ پس رسم و رواج کی اطاعت بشاشت سے نہیں ہوتی۔

اسی طرح جو شخص محض وہم کی بناء پر کسی امر کو سرانجام دیتا ہے وہ بھی بشاشت سے اس کو بجا نہیں لاتا۔ کیونکہ بالکل ممکن ہے کہ کل کو کوئی اور وہم اسے اس کام کے خلاف کام کرنے پر مجبور کر دے۔ چنانچہ مشرکین روزانہ اپنے طریق کو بدلتے ہیں۔ کوئی کسی بت کو مانتا ہے کوئی کسی کو۔ کوئی کسی طریق کو اختیار کرتا ہے۔ کوئی کسی طریق کو۔

تیسرے۔ دائمی زندگی کے انکار کی وجہ سے بھی اعمال محض ایک محدود دائرہ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور عمل میں وہ قربانی اور بشاشت نظر نہیں آتی جو ایک دائمی زندگی پر ایمان لانے والے کو نصیب ہو سکتی ہے۔"

بقیہ: صا سے آگے

سے مدد مانگتے ہیں) کا جواب بنتی ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ (ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں) میں کتنی استطاعت ہے۔ مانگنے کی استطاعت دیکھی جاتی ہے ظرف کے مطابق دیا جاتا ہے پس ایسا شخص جس کی عبادت چھوٹی سی رہ گئی ہو اس کی استعانت کا جواب بھی اتنا ہی ملے گا اور اس میں کوئی ظلم نہیں۔ یہ اس بات کا ایک طبعی منطقی نتیجہ ہے۔ آپ جب خدا سے یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں تو جواب یہ مل سکتا ہے کہ تو فلاں کا بھی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ تیرے نزدیک فلاں شخص اتنی عظمت رکھتا ہے کہ جب سچ اور جھوٹ کا سوال ہو اس کی عظمت کے سامنے تو سچ کو قربان کرتے ہوئے بھی جھجک جاتا ہے۔ تیرے ذہن میں فلاں چیز کی اتنی طاقت ہے کہ اس سے مدد مانگنے کی خاطر تو ہر اس فعل پر آمادہ ہو جاتا ہے جس کو خدا نے منع کیا ہوا ہے۔ غرضیکہ ایک بہت ہی تفصیلی مضمون ہے اور روزمرہ کی زندگی میں جب ہم اپنی ذات پر اور اپنے گرد و پیش پر چسپاں کرتے ہیں تو آدمی اگر صاحب ہوش ہو تو اس کے ہوش اڑ جائیں۔ ساری عمر کی عبادتوں میں اگر وہ مغز ڈھونڈنے لگے تو اتنا تھوڑا ملے گا جیسے جلے ہوئے گھر سے راکھ ٹٹول کر انسان اپنی کوئی چھوٹی سی چیز تلاش کر رہا ہو۔ پس جو عبادتیں خالی ہوں گی وہ کیا مانگیں گی؟"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ر نومبر ۱۹۹۰ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چوہدری محمد علی

حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں کرتا رہے

بشیر احمد جو بے حد ہونہار، نیک اور ذہین طالب علم تھا اور گھڑ سوار بننے والا تھا نہایت ظالمانہ طور پر سر بازار قتل کر دیا گیا۔ حضور ان دنوں کراچی میں تشریف فرما تھے۔ جب بشیر کی وفات کی اطلاع حضور کی خدمت میں پہنچی۔ رات گئے تقریباً بارہ ایک بجے کا عمل ہوگا کہ حضور کا فون آیا کہ تفصیل بتائی جائے۔ بستر تو گئے ہیں۔ فرمایا مجھے نیند نہیں آرہی اور بے حد بے چینی ہے۔ کیا یہ وہی بشیر تو نہیں ہے جو ہر وقت مسکراتا رہتا تھا۔ افسوس کہ یہ وہی بشیر احمد تھا جس کی وفات پر آپ اس طرح بے چین ہو گئے تھے۔

طلباء کے اجتماعات میں خواہ وہ کھیل ہوں یا مباحثے، پکنک ہوں یا کوئی اور تقریب دلی نشاط سے شامل ہوتے اور حظ اٹھاتے۔ کشتی رانی کے میچوں میں تقریباً آدھ میل تک کشتی کے ساتھ ساتھ دوڑتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ دوسرے کالجوں کے طلباء ہم سے کہا کرتے کہ کاش ہمارے پرنسپل بھی کھیلوں میں اتنی دلچسپی لیں۔ ہوسٹل فنکشن میں حضور کی کار ولزلے پر مزاحیہ نظمیں پڑھی جاتیں۔ بہت لطف اندوز ہوتے۔ ایک مرتبہ عاجز نے ایسی نظموں اور لطیفوں پر پابندی لگا دی۔ حضور کو علم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ اگر یہ پابندی نہ اٹھائی گئی تو ہم فنکشن میں شامل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ پابندی اٹھائی گئی۔

ایک مرتبہ ایک نوجوان نے جو جماعت کے ایک نہایت مخلص اور معروف خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ولزلے کار پر ایک طنزیہ مضمون لکھا اور المنار کے انگریزی حصے میں چھپنے کے لئے دیا۔ وہ خود ایک بہت بڑی نئی کار میں کالج میں آیا کرتے تھے۔ اور ولزلے ایک چھوٹی سی پرانی کار تھی۔ محدود مجلس میں حدود کے اندر رہ کر ہلکا پھلکا مزاح ایک الگ بات ہے لیکن اس طرح عام اشاعت کے لئے ایسے مضمون المنار میں چھپنا ایک بالکل دوسری بات۔ چنانچہ عاجز نے مضمون شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ مضمون ضرور چھپنا چاہئے۔ میں نے حتی الامکان مضمون کو نرم کر کے چھاپ دیا۔ جس وقت المنار کا یہ شمارہ تقسیم ہوا اس کے چند ہی گھنٹے بعد وہ طالب علم کانپتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ادھر یہ مضمون شائع ہوا اور ادھر میری اپنی کار کی ٹکر ہو گئی اور وہ پاش پاش ہو گئی۔ میں وہ شمارہ دکھانے کے لئے ساتھ لے گیا تھا۔ شکر ہے کہ میری جان بچ گئی ہے۔ اللہ کے ایک بندے کی کار پر استہزاء کا مرتکب ہوا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل گئی۔

عاجز عرض کرتا ہے کہ مختلف رسالوں میں اس کار پر اتنی نظمیں لکھی گئیں کہ ایک مرتبہ فرمایا ساری نظمیں اکٹھی کرو تاکہ 'دیوانِ کار' چھپوایا جا سکے اور اگر میں اسے حضرت فضل عمر ...... کی خدمت میں پیش کروں تو مجھے نئی کار مل جائے۔

ایک مرتبہ عاجز نے بھی پنجابی میں ایک نظم اس کار پر لکھی لیکن فنکشن کے موقع پر نظم نہ سنائی۔ فنکشن ختم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ سب بیٹھے رہیں جب تک نظم نہیں سنائی جائے گی فنکشن ختم نہیں ہوگا۔ عاجز نے گذارش کی کہ بندہ ازراہِ امتثالِ امر حاضر ہے۔ لیکن اتنی رعایت دی جائے کہ نظم کوئی اور صاحب پڑھ دیں۔ چنانچہ یہ گذارش قبول ہوئی اور عزیز اکرم میر نے یہ نظم پڑھ کر سنائی۔ نظم تو بھول چکی ہے۔ ایک ادھورا بند کچھ اس طرح سے یاد ہے۔

ے جاناں لوں وی پیاری ئے تی سوں میتوں باپ دی
جدوں سوہنا دیج بہووے توں وی سوہنی جاپدی
جوڑ جوڑ ہل جاوے جدوں کھنگدی
ساڈے سجناں دی کار اے کالے رنگ دی

حضور کی ایک خاص درویشانہ شان تھی اور آپ اسی میں مگن تھے۔ کبھی ظاہری تکلف اور ٹیپ ٹاپ کی طرف حضور کی طبیعت مائل نہیں ہوئی۔ عاجز نے ایک دفعہ المنار میں لکھا کہ اچکن مہنگا لباس ہے۔ حضور نے چند آنے گز کی اچکن ربوہ سے سلوائی۔ کالج اس زمانے میں لاہور میں تھا۔ سبز رنگ اور سفید دھاریوں والا کھدر کا کپڑا تھا۔ جب زیب تن فرمائی تو سج گئی۔ عاجز عرض کرتا ہے کہ اس اچکن کی کچھ خوبی نہ تھی۔ اگر مجھ جیسا یہی اچکن پہنتا تو اچکن غریب کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ عاجز نے کئی مرتبہ دیکھا کہ اسی اچکن کو پیوند لگا ہوا ہے۔ لیکن دیکھنے والے کا کپڑے کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا تھا یوں لگتا تھا جیسے کوئی قیمتی کپڑا پہنا ہوا ہو۔ آپ بڑی بڑی تقریبوں میں شامل ہوتے حضور کے داخل ہوتے ہی حاضرین مجلس کی توجہ آپ کی طرف ہو جاتی۔ شکار کے لئے تشریف لے جاتے۔ اکثر عاجز حضور کی خدمت میں ساتھ ہوتا۔ کھانے کا وقت آ جاتا تو دیہات کی سادہ تنور کی روٹی۔ پسی ہوئی سرخ مرچ اور لسّی کے ساتھ اتنا مزہ لے کر تناول فرماتے کہ گویا اس سے لذیذ اور کوئی کھانا ہو نہیں سکتا۔

صفائی کا البتہ خاص خیال رہتا۔ ایک مرتبہ کشتیوں پر پانی کے بہاؤ کے رخ پر دریا کے رستے شکار کے لئے تشریف لے گئے۔ دریا اور نہر کے سنگم تک۔ ارشاد فرمایا کہ پراٹھوں وغیرہ کے علاوہ کچھ گاجریں بھی رکھ لیں۔ چنانچہ خوب دھلوا کر گاجریں بھی رکھ لی گئیں۔ عاجز نے گاجریں نہ کھائیں تو فرمایا ارائیں ہو کر گاجر کیوں نہیں کھاتے۔ کھاؤ۔ عاجز نے عذر کیا تو بہت اصرار سے پوچھا کہ آخر وجہ کیا ہے۔ عاجز نے عرض کیا کہ لاہور میں گندے پانی میں گاجریں کاشت کی جاتی ہیں۔ صاف کرنے اور چھیلنے کے بعد بھی طبیعت مانتی نہیں۔ اس پر خاموش ہو گئے۔ ایک دفعہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد فرمایا کہ چوہدری صاحب نے تو ہماری گاجریں بند کر دیں۔ مہمان آتے تو ان کی تکریم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ ان کے لئے طرح طرح کے کھانے پکواتے خصوصاً پاستی کے سموسے اور بالائی کے لڈو۔ آئس کریم تو ویسے ہی حضور کی پسندیدہ ڈش تھی۔ ایک مرتبہ ایک روسی سائنسدان جنہوں نے پہلا خلائی سیارچہ اڑایا تھا پاکستان سائنس کانگرس پر آئے۔ ان کی دعوت کی گئی۔ وہ بہت کم کھاتے تھے۔ حضور نے اصرار سے بالائی کے لڈو چکھنے کے لئے فرمایا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے ذرا سا چکھا اور پھر ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا لڈو کھایا۔ اور کھاتے رہے۔ حضور کی مسرّت اس وقت قابل دید تھی۔ مباحثوں پر مہمان طلباء آتے تو ان کے قیام و طعام کے لئے خاص انتظام ہوتا۔ جہاں تک عاجز کی یادداشت کام کرتی ہے کچھ عرصہ تو ناشتہ حضور کی رہائش گاہ پر ہوتا رہا۔ ناصر باسکٹ بال پر آنے والے کھلاڑیوں کا خاص خیال رکھا جاتا۔ باری باری کسی نہ کسی گروپ کو گھر سے خاص طریقے پر پکا ہوا شکار یا کوئی ایسی ہی ڈش منگوا کر کھلاتے اور خوش ہوتے۔ حضرت قاضی محمد اسلم کو خرگوش کے گوشت کا نام تک سننا گوارا نہ تھا۔ ایک مرتبہ سردیوں کے موسم میں نخلے میں یاد فرمایا۔ عاجز بھی ہمراہ تھا۔ رات کا کھانا ہوا۔ نہایت لذیذ گوشت تھا۔ ہم دونوں نے مزے لے لے کر کھایا آخر نہ رہ سکے۔ پوچھا یہ کس جانور کا گوشت ہے۔ فرمایا اس جانور کا جس کو آپ نہیں کھاتے یعنی خرگوش کا۔ اس پر قاضی صاحب اور عاجز حیران رہ گئے۔ فرمایا کرتے کہ کبھی کبھی BEEF ضرور کھانا چاہئے۔ جب خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر پہلی مرتبہ کھانا پکنا شروع ہوا تو فیصلہ ہوا کہ بڑا گوشت پکایا جائے میں نے بہت احتجاج کیا۔ جب کھانا تیار ہوا تو عاجز کو خاص طور پر بلوا کر کھانا کھلایا۔ بلکہ شریکِ طعام ہونے کی سعادت بخشی۔ فرمایا یہ گائے کا گوشت نہیں ہے۔ نہایت لذیذ کھانا تھا خوب مزے لے کر کھایا۔ جب کھا چکا تو پتہ چلا کر "کٹے" کا گوشت تھا۔ مگھ کی بریانی کھلا کر نہایت خوش ہوتے۔ مغربی پاکستان کے کھلاڑی قومی اولمپک مقابلوں میں شمولیت کے لئے ڈھاکہ گئے۔ ہر ایسوسی ایشن کی طرف سے ہر کھیل کے کھلاڑی مل ملا کر ہزاروں تک تعداد پہنچتی تھی۔ عاجز کے دل میں خیال آیا ان سب کی دعوت جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان کی طرف سے کسی بلند پایہ ہوٹل میں ہو تو یہ ایک عمدہ طریق کھلاڑیوں کی تکریم کا ہوگا۔ اندازہ لگایا تو خرچ زیادہ معلوم ہوا۔ اس پر عاجز خاموش ہو گیا۔ واپس آکر عاجز نے اپنے اس عندیے کا ذکر کہیں حضور کی خدمت میں کر دیا تو بہت افسوس کا اظہار کیا کہ فون پر یا تار کے ذریعے کیوں مشورہ نہ کیا۔ عرصہ تک جب بھی یہ بات یاد آتی۔ فرمایا کرتے یہ جائز خرچ تھا۔ آپ نے کیوں ہمارے متعلق حسن ظنی سے کام نہ لیا۔ عاجز عرض کرتا ہے کہ یہ حضور کا طریق تھا کہ ایک پائی بھی ناجائز خرچ ہو تو ناپسند فرماتے تھے اور جہاں خرچ ضروری ہو بے دریغ خرچ کرتے تھے اور جیب کی پرواہ نہیں فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حضور سے سلوک بھی ایسا ہی تھا کہیں نہ کہیں سے رقم آ ہی جاتی تھی۔ جب کالج ربوہ میں بن رہا تھا تو عاجز بھی ایک لمبے عرصے تک حضور کے ساتھ ڈیوٹی پر رہا۔ ان دنوں مالی لحاظ سے جماعت بہت کٹھن حالات سے گذر رہی تھی۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات ابھی ختم ہی ہوئے تھے۔ ہوسٹل اور کالج کے لئے بہت محدود بجٹ منظور ہوا تھا۔ جس کوٹھی میں آجکل صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب تشریف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رکھتے ہیں۔ یہیں حضور کی رہائش تھی نہ بجلی تھی نہ پانی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ صبح جاگیں تو جوتا پہننے سے پہلے سونٹے سے اسے ہلاتے تھے کہ کوئی بچھو نہ گھس آیا ہو۔ عاجز کو تو علم نہیں کہ حضور کس وقت سوتے تھے۔ علی الصبح تہجد کے وقت اٹھتے۔ کوٹھی کی بطخیں ایڑیوں پر چونچیں مار مار کر فجر کی نماز کے لئے بیدار کرتیں۔ فجر کی نماز کے بعد حضور نہایت شیریں آواز میں ایک ربودگی کے عالم میں تلاوت فرماتے لال دین صاحب بھی ساتھ تھے۔ وہ بھی نہایت اچھی آواز میں تلاوت کرتے۔ ایک سماں بندھ جاتا۔ ناشتہ حضور کالج کیمپس میں جاکر کرتے۔ یعنی صرف چائے کی ایک آدھ پیالی۔ کھانا لنگر سے آتا۔ عاجز تو کچھ عرصہ کے بعد بدک گیا اور HOTEL DE MONDE یعنی مہند کے تنور سے کھانا کھانا شروع کر دیا حضور سارا دن اس چلچلاتی دھوپ میں مزدوروں کے درمیان کھڑے ہو کر کام کی نگرانی فرماتے۔ دور دور تک کوئی درخت نہ تھا۔ جسکے سائے میں ستایا جاسکتا۔ وقفہ کے وقت نماز ظہر ہوتی اور کھانا۔ پھر حسابات ملاحظہ فرماتے۔ رقم ختم ہو جاتی اور ٹھیکیدار اور مزدور مطالبہ کرتے تو عطایا کے لئے مختلف دوستوں کو بھیجتے۔ مکرم غلام حیدر صاحب اور مکرم منشی محمد شریف صاحب بھی ڈیوٹی پر تھے۔ کبھی خود تشریف لے جاتے عاجز کو بھی بھیجتے۔ عاجز اکثر ہمراہ ہوتا۔ جہاں تک عاجز کا علم ہے کبھی ایسا موقع پیش نہیں آیا کہ عطیہ وقار اور تکریم کے ساتھ نہ ملا ہو۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ لاہور میں خان بہادر ڈاکٹر قاضی محمد بشیر صاحب نے خالی چیک دستخط کر کے عاجز کے سامنے رکھ دیا کہ جتنی رقم چاہوں لکھ لوں۔ لیکن حضور کی طرف سے ممانعت تھی کہ پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ نہ لیں۔ اس زمانے میں پانچ ہزار بہت بڑی رقم تھی۔ چوہدری مولا بخش صاحب ہریکے ٹرانسپورٹ اور مرحوم شیخ محمد شریف صاحب پولیس ٹرانسپورٹ سے بھی اسی سفر میں پانچ پانچ ہزار کے عطیہ جات لئے گئے تھے۔ عاجز کو سن سٹروک ہوا تو وہ مشہور و معروف چھتری جس کی خرید پر آڈیٹر صاحب نے اعتراض کیا تھا۔ زیادہ تر عاجز ہی کے استعمال میں آئی۔

ان دنوں آندھیاں بہت آیا کرتی تھیں۔ ایک دن شام کو آندھی آئی اور پہاڑی سے باریک کنکر اڑنے لگے۔ چہرے پر یوں لگتے تھے جیسے گولی لگتی ہے۔ ایسے موقعوں پر چہرے کو چادر یا تولئے سے ڈھانپ لیا جاتا تھا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر کالج سے روانہ ہوئے تو ایک گڑھے میں جا گرے۔ جو بائیالوجی لیبارٹری کے پاس زیر زمین پانی دریافت کرنے کے لئے کھودا گیا تھا۔ اللہ تعالٰی کا فضل ہوا چوٹ نہیں آئی۔ گڑھے کے اندر آندھی سے بہت بچاؤ ہو گیا۔ حضور نے قدرے وہیں توقف فرمایا۔ آندھی کی شدت کم ہوئی تو ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلے اور بمشکل گھر پہنچے۔ کاش مجھ نالائق کا ہاتھ قیامت کے دن بھی اس مقدس ہاتھ میں ہو اور اللہ تعالٰی حشر کے دربیش گڑھوں سے محض اپنی ستاری سے بخیر و عافیت گزار دے۔ اس کی رحمت سے یہی امید ہے۔

گورنمنٹ کالج اور آکسفورڈ کے زمانے میں حضور نے فٹ بال، ٹینس، سکواش ریکٹس سے شغف فرمایا۔ گھوڑ سواری بھی فرمائی۔ کرکٹ بھی حضور کھیلتے تھے۔ ٹیبل ٹینس سے بھی بہت دلچسپی تھی، ہوسٹل کامن روم کے سالانہ مقابلوں میں شرکت فرمایا کرتے۔ بیڈ منٹن اور غالباً ریسلنگ کے حضور صدر رہے۔ سنٹرل زون باسکٹ بال کی سالہا سال تک صدارت فرمائی۔ باسکٹ بال اور روئنگ کو تو حضور نے بام عروج تک پہنچا دیا۔ جب پارٹیشن کے بعد پنجاب ماؤنٹینیرنگ کلب اور یونیورسٹی ماؤنٹینیرنگ کلب کی تشکیل دی گئی تو ہر دو کا دستور بناتے وقت حضور کی رہنمائی اور مشورے شامل تھے۔ ڈاکٹر بشیر وائس چانسلر خصوصاً حضور کے مشوروں کا احترام فرماتے تھے۔ اس طرح عملاً حضور ان ہر دو کلبوں کے فاؤنڈر ممبر بھی ہیں۔ اگرچہ براہ راست کوئی رابطہ نہ رہ سکا۔ حضور یوتھ ہاسٹلنگ اور ہائکنگ کی خاص سرپرستی فرماتے رہے۔ تیراکی کی سرپرستی فرمائی تو ہم نے پنجاب کے فائنل میں چیفس کالج کو واٹر پولو میں شکست دی اور پنجاب کے چیمپئن قرار پائے۔ رائفل شوٹنگ کا بہت شوق تھا۔ تیر اندازی پر لٹریچر منگوایا اور اسلامی دور کے ایک عربی رسالے کا جو افواج کے لئے تیر اندازی کورس پر تھا۔ انگریزی ترجمہ منگوایا۔ عربی کا اصل متن غالباً اب ناپید ہے۔ تیر و کمان بھی باہر سے منگوائے۔ خود بھی CATAPULT قسم کی کمان ایجاد کی اور تیر بھی۔ کبڈی کا بھی بے حد شوق تھا۔ اگرچہ خود کھیلی نہیں۔ کالج میں ہوابازی کی کلاسیں شروع ہوئیں تو برادرم سید فضل احمد صاحب اور عاجز کو سکندر آباد دکن ٹریننگ کے لئے بھجوایا۔ کالج کے پاس تعلیمی مقاصد کے لئے دو جہاز تھے۔ ایک ابھی بند ڈبوں میں پڑا تھا کہ ملک کی تقسیم ہو گئی جماعت نے دو ۵۔ ا جہاز بھی خریدے تھے۔ جو تقسیم ملک کے وقت بہت کام آئے۔ کسی عہدے کے لئے کبھی خواہش نہیں کی۔ مختلف کھیلوں کی ایسوسی ایشنیں خود مصر ہوتیں اور سرپرستی اور صدارت پیش کرتیں۔ ایک مرتبہ باسکٹ بال کے الیکشن ہونے لگے۔ عاجز کو بارہ ایک بجے شب کے قریب یاد فرمایا اور فرمایا کہ کل میرے مقابلے پر فلاں کالج کے پرنسپل کھڑے ہونگے عاجز نے عرض کیا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا۔ فرمایا اگر ایسا ہو تو میرا نام یا پیش نہ کیا جائے اور اگر پیش ہو چکا ہو تو واپس لے لیا جائے۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ مقابلے پر وہی پرنسپل بطور امیدوار کھڑے بھی ہوئے۔ لیکن ان کے بعض ووٹروں کو ایسے ہنگامی حالات پیش آئے کہ پرنسپل صاحب خود تشریف لے گئے۔

کلائی پکڑنے کا شوق تھا۔ عاجز کے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں جو کلائی پکڑنے میں حضور کے مقابلے پر پورا اترا ہو۔ عاجز کی کلائی دو انگلیوں سے چھڑا دیتے۔ شکار پر تشریف لے جاتے۔ ہم سے حماقتیں سرزد ہوتیں لیکن چشم پوشی فرماتے۔ ایک مرتبہ عاجز نے تیتر کے شکار کے دوران چار نمبر کا کارتوس استعمال کر لیا۔ اور کچھ چھرّے ایک بچے کے گال میں جا لگے۔ اس کی ماں نے شور مچایا کچھ رقم دے دلا کر اسے خاموش کیا عاجز کا اصرار تھا کہ یہ چھرّے میری بندوق سے نہیں چلے۔ جب اگلے دن اس بچے کے گال سے دبا کر چھرے نکالے گئے تو وہ چار نمبر ہی کے تھے۔ ایک دفعہ بھی نہ فرمایا کہ عاجز کی غلطی تھی۔ نہ کبھی دوبارہ اس کا ذکر فرمایا۔ شکار پر جاتے وقت فرماتے کہ بندوق چلانے کی کیا کیا احتیاطیں ہیں۔ واپسی پر بھی فرماتے بندوقیں چیک کر لیں۔ حضور نے ایک خود کار بارہ بور کی بندوق خریدی۔ اس میں پانچ کارتوس پڑتے تھے۔ عاجز کو بھی جیسے اللہ میاں نے چھت پھاڑ کر دی ہو اس کے ساتھ کی ایک بندوق دلا دی۔ بہت خوش ہوئے۔ اس کا نام بم بم رکھا ہوا تھا۔ حضور نے تو جلد ہی ایک اور بندوق سولہ بور کی لے لی۔ ایک دفعہ شکار سے واپسی ہونے لگی۔ میں نے بندوق کو زمین کی طرف کر کے گھوڑا دبایا تو دھماکہ ہو گیا۔ اس پر حضور صرف مسکرا دیئے۔ لیکن اور دوستوں نے مجھے آڑے ہاتھوں لیا۔ اور مجھ پر فقرے کسنے شروع کر دیئے۔ اور ساتھ ہی اپنی ۲۲۔ ۰ رائفل چیک کرنے کے لئے اس کا آسمان کی طرف رخ کر کے چلا دیا تو پھر دھماکہ ہو گیا حضور نے بس اتنا فرمایا احتیاط کا یہی فائدہ ہے۔ اور کچھ بھی تو نہ کہا۔ نہ اس وقت نہ بعد میں۔ اگرچہ عرصے تک دیگر اراکین قافلہ ہماری مرمت کرتے رہے۔ شکار کے بہت سے واقعات ہیں جو پھر کبھی بشرط زیست بیان ہونگے یہاں موقع نہیں۔

ادب کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اختلاف رائے بھی ہوتا۔ لیکن گستاخی کی نوبت نہ آتی۔ سوائے ایک مرتبہ کے جو سراسر میری شامت اعمال کے نتیجے میں سرزد ہوئی۔ اللہ تعالٰے معاف فرمائے۔ یہ اس جلسہ سالانہ کی بات ہے جو ربوہ کی سرزمین پر پہلی بار منعقد ہوا تھا اور خیموں میں ہوا تھا۔ کالج تو لاہور میں تھا جلسے سے کئی دن پہلے جب ہوسٹل کا قافلہ جلسے کے لئے روانہ ہونے لگا تو خیمے ہمراہ تھے۔ میں نے بھی خیمے کا کرایہ ان کے سپرد کیا کہ ایک خیمہ میرے لئے اور غیر از جماعت خواتین کے لئے لیتے جائیں۔ اسی طرح ایک ایک خیمے کے لئے مکرم و محترم ملک فیض الرحمٰن صاحب فیضی اور چوہدری فضل داد صاحب نے پیشگی رقم ادا کی۔ میں ربوہ کے سٹیشن پر مغرب کے وقت پہنچا۔ میرے ہمراہ خواتین بھی تھیں۔ پلیٹ فارم تو کوئی تھا نہیں۔ ان کو وہیں ریلوے لائن کے پاس بٹھایا اور کالج کے خیموں کی تلاش میں نکلا۔ کہیں کہیں لالٹینیں اور موم بتیاں جل رہی تھیں۔ آخر کالج کے خیمے مل گئے لیکن پتہ چلا کہ ہمارے خیموں پر اور لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور وہ خالی نہیں کر رہے۔ اس پر میرے دوسرے ساتھی بھی پریشان تھے کہ اتنے میں حضور تشریف لے آئے۔ مجھے علم نہ تھا کہ اس سے پہلے بھی اس سلسلے میں اوروں کی حضور سے تکرار ہو چکی ہے۔ لاہور سے چلتے وقت نہ بعد میں ہم نے حضور کی خدمت میں نہ کوئی اطلاع کی تھی اور نہ ہی ان کی ذمہ داری تھی۔ عاجز نے اصرار سے عرض کیا کہ خیمہ خالی کروا کر دیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں کس طرح خالی کروا سکتا ہوں۔ اس پر عاجز نے عرض کیا کہ

باقی ص۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقصود اظہر گوندل

زندگی کا بہترین سفر

خاکسار کو امسال صد سالہ تاریخی جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۹۱ء منعقدہ قادیان میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ دل انتہائی خوش تھا کہ آج آٹھ سال کے بعد مجھے اپنے پیارے آقا کا دیدار ہونے والا تھا۔ اور اس مقدس سر زمین پر جانے کی از حد خوشی تھی۔ جہاں آج سے سو سال پہلے نور کی ایک کرن پھوٹی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نور کے شعلے نے ساری دنیا کو منور کیا۔ ہمارا قافلہ مورخہ ۲۳ دسمبر کو ایوان محمود سے صبح تین بجے بعد از دعا روانہ ہوا۔ ہم سات بجے لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچے جہاں لاہور کی جماعت نے پر تپاک انداز میں ہمارا استقبال کیا صبح صبح مہمانوں کو گرم گرم چائے پیش کی گئی۔ خداموں نے بچوں اور بوڑھوں کو اپنے کاندھوں اٹھا کر ٹرین میں سوار کروایا۔ لاہور ریلوے اسٹیشن کا منظر انتہائی پر رونق نظر آرہا تھا۔ ہر طرف احمدی پروانوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے تھے۔

پونے دو بجے کے قریب ریل گاڑی نے پلیٹ فارم کو چھوڑنا شروع کیا اور عازم سفر ہندوستان ہوئی۔ تقریباً تیس منٹ کی مسافت کے بعد جیسے ہی انجن سر زمین ہندوستان میں داخل ہوا تو فضا نعروں سے گونج اٹھی اس وقت دل شدت جذبات سے مغلوب تھا۔ مسرت تھی کہ ایک لگن تھی۔ اٹاری ریلوے سٹیشن گودام نما اسٹیشن نہیں تھا۔ بلکہ صاف ستھرا اور خوبصورت تھا۔ ائیر پورٹ کی طرح علیحدہ علیحدہ بوتھ بنے ہوئے تھے۔ جہاں ہم نے اپنے آنے کا اندراج کروایا۔ اس کارروائی سے فارغ ہو کر ہمارا قافلہ بسوں کے ذریعے پولیس فورس کی موجودگی میں قادیان جانے کے لیئے روانہ ہوا بسوں کی حالت دیکھ کر مجھے کالووال اور کوٹ مومن کی طرف چلنے والی کوسٹر یاد آگئیں جن میں اگر آدمی بیٹھ جائے تو منزل مقصود پر پہنچتے پہنچتے یا کپڑے نہیں یا بندہ نہیں۔ بہر حال بسیں شکستہ حالت کے باوجود آرام دہ تھیں۔ رات ساڑھے گیارہ بجے بارش کی ہلکی ہلکی پھوار نے قادیان دارالامان میں ہمارا استقبال کیا۔ ہمارا سامان نعروں کی گونج میں بسوں سے نیچے اتارا گیا۔ اور یوں ہم تقریباً پونے بارہ بجے بحفاظ وامان قادیان میں پہنچے۔

اس کے بعد رجسٹریشن کارڈ کا حصول تھا کارڈ کے بغیر کسی بھی مقدس مقام پر جانے کی اجازت نہ تھی۔ کارڈ کے حصول کے بعد سب سے پہلے میں نے بہشتی مقبرہ میں حضرت بانی سلسلہ کے مزار اقدس پر حاضری دی یہ میرے لیئے پہلا موقع تھا کہ میں حضرت بانی سلسلہ کے مزار پر کھڑا تھا۔ وہ میری زندگی کا ایک یادگار لمحہ تھا۔

مورخہ ۲۴ دسمبر کو بیت اقصیٰ میں نماز تہجد ادا کی۔ اس قدر روح پرور منظر زندگی میں پہلی بار دیکھنا نصیب ہوا نماز تہجد کے بعد میری آنکھیں حضور کی آمد کی منتظر تھیں۔ جلد ہی حضور نماز پڑھانے کے لیئے تشریف لائے۔ ایک لمبی مدت کے بعد اپنے پیارے آقا کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ نورانی اور خوبصورت چہرہ کہ نظر کہیں اور ٹکتی ہی نہ تھی۔ نماز فجر کے بعد بہشتی مقبرہ میں حضرت بانی سلسلہ کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ کچھ ہی دیر بعد حضور بھی بہشتی مقبرہ میں دعا کے لیئے تشریف لائے حضور کا یہ معمول تھا کہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد روزانہ دعا کے لیئے بہشتی مقبرہ میں تشریف لاتے تھے۔ اس طرح مجھے بھی اجتماعی دعا میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی بہشتی مقبرہ کا احاطہ بہت خوبصورت اور وسیع تھا۔ جا بجا آم اور دوسرے پھل اور پھل دار درخت لگے ہوئے تھے۔ وہ جگہ بھی دیکھی جہاں حضرت بانی سلسلہ کا جسد خاکی رکھا گیا تھا اور جہاں قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا تھا۔ وہ جگہ چار نشان زدہ درختوں کے درمیان تھی۔ اس کے بعد (بیت) اقصیٰ میں حضرت بانی سلسلہ کے والد ماجد کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ مینارہ بیت اقصیٰ میں واقع ہے۔ مینار کی لمبائی ۱۰۵ فٹ ہے۔ اس کی تین منزلیں اور ۹۲ سیڑھیاں ہیں مینارۃ کے اوپر سے قادیان کا نظارہ کیا جو بہت دلکش تھا۔ نماز ظہر و عصر حضور نے پڑھائیں پونے چھ بجے (بیت) اقصیٰ میں اجتماعی ملاقات کا وقت تھا۔ ٹھیک وقت پر حضور تشریف لائے۔ ملاقات ایک گھنٹہ جاری رہی۔ حضور سے مصافحہ کا شرف تو حاصل نہ ہو سکا۔ البتہ حضور کی زبان مبارک سے عرصہ دراز کے بعد بالمشافہ پیاری پیاری اور ایمان افروز باتیں سننے کا بہت مزا آیا۔ بعد میں حضور نے نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں نمازوں کی ادائیگی کے بعد مجلس عرفان منعقد ہوئی سوال و جواب کی یہ روح پرور محفل بہت ہی ایمان افروز تھی۔

مورخہ ۲۵ دسمبر کو نماز تہجد اور نماز فجر (بیت) اقصیٰ میں ادا کی۔ آج ہمارے محلہ کے ایک بزرگ دوست مکرم حکیم علی احمد صاحب جو کہ تقسیم ہند سے پہلے قادیان کے ساتھ ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ مجھے اپنا آبائی گاؤں دکھانے کے لیئے اپنے ساتھ لے گئے۔ راستہ میں جب ہم قادیان کالج کے پاس سے گذرے تو وہ کہنے لگے۔ کہ آؤ یہاں میں تمہیں (بیت) نور دکھاتا ہوں۔ وہاں بھی دعا کرتے چلیں۔ اور پھر ہم گاؤں جانے کے لیئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کئی سکھ بڑے پُر تپاک انداز میں ملتے۔ گاؤں دیکھنے کے بعد ایک سکھ دوست مکرم اجیت سنگھ صاحب ہمیں اپنے گھر لے گئے جو گاؤں سے باہر واقع تھا۔ ان کے گھر کے تمام افراد بڑے خلوص اور محبت سے پیش آئے اور ہماری بہت پذیرائی کی ان لوگوں نے ہم سے کہا کہ آئندہ جب بھی آپ لوگ آئیں۔ تو پورے پریوار (فیملی) کے ساتھ آئیں۔ اور آپ ہمارے مہمان ہونگے۔ سکھ لوگ بڑے ملنسار اور خوش اخلاق ہوتے ہیں۔ تین بجے کے قریب ہم قادیان واپس آئے۔ نمازیں اپنے پیارے امام کے پیچھے ادا کیں۔ اور پھر اپنے خیمہ میں واپس آئے۔

مورخہ ۲۶ دسمبر کو اس صد سالہ تاریخی جلسہ کا پہلا دن تھا۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ قادیان کو عزیب دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ سسکیوں اور آسمان کو ہلا دینے والی دعاؤں اور نعروں کی گونج میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لوائے احمدیت لہرا کر جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ اور اس کے بعد تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ پھر حضور نے افتتاحی خطاب فرمایا حضور نے فرمایا

"آپ بہت خوش نصیب ہیں۔ جنہیں اس تاریخی جلسہ سالانہ میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی میری آپ سے التجا ہے کہ جلسہ کے ان مبارک ایام میں اپنی دعاؤں میں اپنے ان بھائیوں کو بھی یاد رکھیں جو کسی مجبوری کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہے۔"

آج بیت الدعا میں جو کہ (بیت) مبارک میں واقع ہے میں بھی جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بیت الدعا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ جس میں بمشکل دو آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ جو حضرت بانی سلسلہ نے خاص طور پر دعا کرنے کے لیئے بنوایا تھا۔

مورخہ ۲۷ دسمبر کو جلسہ سالانہ کا دوسرا دن تھا۔ سردی اپنے عروج پر تھی۔ دھند اتنی زیادہ تھی کہ ساتھ کھڑا ہوا آدمی بمشکل دکھائی دیتا تھا۔ قادیان کی بستی میں ہر طرف انوار کے خزانے نظر آتے تھے۔ جیسے دیکھو خوشیوں اور مسرتوں سے بھرا ہوا تھا۔ بالکل وہی ماحول جو جلسہ کے دنوں میں ہمارے پیارے شہر ربوہ میں ہوا کرتا تھا۔ نماز جمعہ حضور ایدہ اللہ نے جلسہ گاہ میں ہی پڑھائی بعد میں حضور کا خطاب زنانہ جلسہ گاہ میں تھا۔ جو مردانہ جلسہ گاہ میں بھی سنایا گیا۔ شام کو حضور ایدہ اللہ سے دوبارہ ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔

مورخہ ۲۸ دسمبر کو اس تاریخی جلسہ کا آخری دن تھا۔ حضور کا اختتامی خطاب تقریباً چار بجے شروع ہوا۔ اس اختتامی خطاب میں کئی سکھ اور ہندو حضرات بھی جلسہ کی کارروائی سننے کے لیئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب ایک موقعہ پر حضور نے ان مہمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے یہ معزز مہمان بور ہو رہے ہوں گے۔ تو انہوں نے اپنی محبت کا جواب نعروں کی شکل میں دیا۔ حضور کا خطاب ہی ایسا روح پرور تھا۔ کہ بوریت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اور ہم تو اس مبارک وجود کے شیدائی تھے۔ ہماری تو یہ دلی آرزو تھی۔ کہ ہمارے پیارے آقا ہمارے درمیان موجود رہیں۔ اور جتنا ممکن ہو سکے ہم ان کی پیاری اور نصیحت آموز گفتگو سنتے رہیں۔ شاید کہ پھر زندگی میں کبھی ایسا موقع ملے گا کہ نہیں۔

مورخہ ۳۱ دسمبر کو ہماری واپسی تھی صبح نماز سے فارغ ہوئے تو ایک بزرگ جو ہمارے خیمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہنے لگے کہ مجھے کون کہے گا۔ کہ میں جلسہ پر آیا ہوں۔ نہ میں نے اپنے آقا کی زیارت کی اور نہ ہی جلسہ سنا۔ وجہ یہی تھی کہ وہ بزرگ جب سے قادیان آئے تھے تب سے بیمار چلے آرہے تھے۔ اور عمر بھی کافی تھی۔ میں نے کہا کہ بابا جی! آقا کی زیارت کا ایک موقع ہے اور وہ یہ کہ میں آپ کو بہشتی مقبرہ کے گیٹ پر لئے چلتا ہوں۔ حضور روزانہ دعا کے لیئے تشریف لاتے ہیں وہاں آپ ان سے مل لینا۔ بابا جی کہنے لگے۔ کہ اچھا مجھے لے جاؤ غرض میں بابا جی کو لے کر بہشتی مقبرہ کے گیٹ پر آگیا۔ کچھ دیر کے بعد حضور کا قافلہ مجھے آتا دکھائی دیا میں نے بابا جی کو الرٹ کر دیا۔ جب حضور قریب تشریف لائے تو بابا جی آگے آئے ڈیوٹی پر موجود خدام نے بابا جی کو پیچھے ہٹانا چاہا مگر حضور نے فرمایا "انہیں ملنے دیں"۔ مجھے بھی خدام نے کہا کہ پیچھے ہو جاؤ میں نے عرض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا کہ میں بابا جی کو ساتھ ہوں۔ اس طرح حضور سے مصافحہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور یوں میری دلی تمنا پایا تکمیل کو پہنچی اور میں خوش خوش بابا جی کو ساتھ لیئے خیمہ میں واپس آیا رخصت سفر باندھا اور تقریباً سات بجے ہم بسوں میں سوار ہوئے۔ دل شدت جذبات سے مغلوب تھا کہ ہم اس مقدس بستی سے پھر کوسوں دور جا رہے ہیں۔ جسے دیکھنے کی تڑپ دل میں لیئے ہم نے میلوں دور سے سفر اختیار کیا تھا۔ کاش ہم بھی اسی بستی کے باسی ہوتے۔ خوش نصیب ہیں۔ وہ لوگ جن کو درویشان قادیان ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ تقریباً گیارہ بجے ہم اٹاری ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ جہاں ضروری کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد ٹرین میں سوار ہوئے۔ دو بجے ٹرین نے جب پلیٹ فارم سے کھسکنا شروع کیا تو فضا نعروں کی گھمبیر آوازوں سے گونج اٹھی۔ نعروں کا یہ سلسلہ انڈو پاک کی سرحد تک جاری رہا۔ واہگہ اسٹیشن پر گاڑی رکی۔ جہاں ہم نے اپنے آنے کا اندراج کروایا اس کارروائی میں تقریباً تین گھنٹے صرف ہوئے پونے سات بجے جب ہم لاہور پہنچے تو لاہور کی جماعت کے خدام کو اپنی آمد کا منتظر پایا۔ سردی کے اس موسم میں جس طرح لاہور کی جماعت نے خدمت کی یہ یہ بہت قابل تعریف ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزا دے۔

اب بھی جب وہ دن یاد آتے ہیں تو قادیان دارالامان کی پوری بستی کا نقشہ ذہن میں ابھر آتا ہے اور خیالات میں میں اپنے آپ کو اپنے ...... کی مقدس بستی میں پاتا ہوں۔ ؎

زمین قادیان تو ہم سے چھوڑی جا نہیں سکتی
قسم اک بار کھائی ہے جو توڑی جا نہیں سکتی

بقیہ: ص۵ سے آگے

آپ ہم پر رعب نہ ڈالیں۔ بیعت ہم نے حضرت صاحب کی کی ہے۔ آپ کی نہیں۔" عاجز عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً مسکرایا ہوگا کہ کوئی بات نہیں۔ بیعت ان کی بھی کرو گے۔ چنانچہ عاجز چلا گیا اور خواتین کو کہیں نہ کہیں جگہ مل گئی۔ آدھی رات گذر چکی تھی کہ حضرت میر داؤد احمد صاحب لالٹین لئے تلاش کرتے ہوئے ہم تک پہنچے اور فرمایا کہ حضور بہت پریشان ہیں کہ آپ کے ہمراہ تو خواتین بھی ہیں جن کا انہیں علم نہ تھا اور ان کے لئے ایک اور جگہ خیمہ خالی کر دیا ہے وہاں چلے چلیں۔ عاجز ندامت سے عرق عرق ہو کر رہ گیا۔ صبح حضور سے ملاقات ہوئی۔ عاجز نے معافی مانگنی چاہی تو اس کا موقع تک نہ دیا۔ اور محبت سے سینے سے لگا لیا۔

حضور کی طبیعت میں بیحد شگفتگی تھی۔ ایک طرح کی حقیقی خوشی اور نشاط کی کیفیت ہر وقت چھائی رہتی تھی۔ کیسی ہی غم کی گھٹا کیوں نہ چھائی ہو۔ حالات کیسے ہی کرب انگیز کیوں نہ ہوں صبر و تحمل اور وقار کا دامن چھوٹنے نہ پاتا۔ یقین اور ایمان اور سچائی کا سرور طاری رہتا۔ ہمیں اداس دیکھتے تو ہلکے پھلکے معصوم سے فقروں سے ہمارا دل بہلاتے۔ عاجز چائے عادتاً نہیں پیتا۔ دودھ کا عادی ہے۔ اس پر فرماتے چوہدری صاحب اب تک دودھ پیتے ہیں۔ ایک نوکر مقامی بولی بولنے والا۔ سوئینا اس کا نام تھا اسے پیار سے فرماتے سوئیں نا۔ یعنی سونا مت۔ ایک مرتبہ عاجز بار بار حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ ہمیں ارائیوں نے بہت تنگ کیا ہے۔ عاجز نے ادب سے عرض کی کہ حضور ارائیں غریبوں نے کیا تنگ کرنا ہے۔ یہ کارنامہ تو مغلوں نے سرانجام دیا ہے۔ فرمانے لگے وہ کیسے۔ عرض کیا جب مغل مسلمان نہیں ہوئے تھے تو یورپ اور ایشیا ان کے سامنے تھر تھر کانپتے تھے۔ مسلمان ہوئے تو شوکت اور ہیبت میں کمی نہ آئی۔ بادشاہتیں سنبھال لیں وہ دور ختم ہوا تو اب آسمان کی بادشاہت کے وارث قرار پائے۔ ارائیں بچارے کس باغ کی مولی ہیں۔ حضور مسکرائے اور کچھ اس طرح پیار سے دیکھا کہ سارے غم بھول گئے۔ عبدالرحمٰن جنید صاحب حضور کے بچپن کے کلاس فیلو اور ساتھی تھے۔ دونوں میں بہت بے تکلفی تھی۔ کسی بات پر انہیں بتایا گیا کہ یہ حضرت میاں صاحب (حضور) کا ارشاد ہے کہنے لگے اگر میں حضرت میاں صاحب کی ہر بات مانوں تو کالج کیسے چلے گا۔ حضور نے یہ بات سنی تو مسکرا دیئے جنید صاحب کی وفات کے بعد ان کی بچی کا رخصتانہ ہوا تو قصر امامت سے رخصت فرمایا۔ اسی طرح جس طرح ایک شفیق باپ اپنی بیٹی کو اپنے گھر سے رخصت کرتا ہے۔ عاجز کو کئی مرتبہ قصر امامت میں یاد فرماتے اور ارشاد ہوتا کہ بیاض بھی ساتھ لاؤں۔ ایک مرتبہ طلب فرمایا حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم بھی تشریف فرما تھیں غزل نما چیزیں سنیں۔ ایک شعر تھا ؎

سر جھکا کر جو غور سے دیکھا
ہر نئی آرزو پرانی لگے

تو فرمایا کہ ہمیں تو یہ غزل بھی بہت پرانی لگی۔ تنہائی والی نظم اکثر سنتے۔ لندن میں ایک شاعر ملاقات کے لئے آئے عاجز کو ارشاد فرمایا کہ تنہائی سناؤ۔

جب سارے جہان کا بوجھ حضور کے کندھوں پر آن پڑا تو ان عظیم مصروفیات کے باوجود دیرانے خادم یاد رہتے اور اس الطاف کریمانہ کی بارش عاجز پر تو اور بھی زوروں سے ہوئی۔ اور ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی ستاری سے عاجز کی پردہ پوشی فرمائی۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے عاجز کو یاد فرمایا تو قریباً ایک گھنٹہ ارشادات سے نوازتے رہے پھر عربی گھوڑے پر ایک انگریزی کی تحریر پڑھنے کے لئے عنایت فرمائی۔ عاجز نے عذر کیا قریب کی نظر والے چشمے ساتھ نہیں لایا تو اپنی عینک مرحمت فرمائی۔ میں خاموشی سے پڑھنے لگا تو مسکرا کر فرمایا بلند آواز سے پڑھو۔ مجھے کیا پتہ آپ پڑھ رہے ہیں یا نہیں۔ ایک مرتبہ یاد فرمایا شام کا وقت تھا حضور قصر امامت کے باغ میں تشریف فرما تھے اور ایک گھوڑے کو ہاتھ سے چارہ کھلا رہے تھے۔ عاجز سے ارشاد ہوا تم بھی چارہ کھلا کر دکھلاؤ۔ عاجز نے چارہ صحیح طریقے سے گھوڑے کے منہ میں دیا تو خوشنودی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ اس جانور نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بہت پیار لیا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی پیارا ہے۔ پھر فرمانے لگے تم گھوڑ سواری تو جانتے ہو۔ حضور کو علم تھا کہ بچپن میں عاجز کے بازو اور ٹانگ گھوڑی سے گر کر ٹوٹ گئے تھے۔ عاجز ڈر گیا کہ کہیں ابھی ارشاد نہ ہو کہ اس گھوڑے پر چڑھ کر دکھاؤ عاجز کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا۔ ہاں ہاں کہہ دو کہ گھوڑے کی سواری کرنا بھول گیا ہوں۔ ایک مرتبہ یاد فرمایا۔ عاجز باغ ہی میں حاضر ہوا۔ قینچی سے ایک بڑا گلاب توڑ کر عاجز کے بٹن ہول میں لگا کر فرمایا کہ اب جانے کی اجازت ہے۔ یہ انداز حضور کے پیار کا تھا۔ تین مرتبہ بیرون پاکستان ایک خادم کی حیثیت سے رفاقت کا شرف بخشا۔

(سیدنا ناصر نمبر اپریل مئی ۱۹۸۳ء)

اطلاعات و اعلانات

اعلان نکاح: عزیزہ فائقہ اشرف صاحبہ بنت مکرم چوہدری محمد اشرف صاحب دارالعلوم غربی ربوہ کا نکاح عزیز شعیب عبداللہ باجوہ صاحب ابن مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب باجوہ کے ہمراہ دس ہزار جرمن مارک حق مہر پر مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۹۱ء کو بیت المبارک میں پڑھا۔ عزیزہ فائقہ چوہدری مکرم محمد اعظم صاحب کی پوتی ہیں اور عزیز شعیب چوہدری بشیر احمد صاحب باجوہ آف ڈالہ زیدکا (سیالکوٹ) کے پوتے ہیں۔

○ مکرم سلیم احمد شاہد ابن مکرم گلزار احمد صاحب دارالنصر وسطی ربوہ (حال جرمنی) کا نکاح عزیزہ کاشفہ شاہدہ صاحبہ بنت مکرم حکیم بشیر احمد صاحب دارالنصر وسطی ربوہ کے ہمراہ بعوض تیس ہزار روپے حق مہر مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت نے بمقام بیت المبارک ربوہ مورخہ یکم فروری ۹۲ء کو پڑھا۔

○ مکرم تنویر احمد صاحب ابن حکیم بشیر احمد خان صاحب دارالنصر وسطی ربوہ کا نکاح عزیزہ محمودہ راحت صاحبہ بنت مکرم ملک بشیر احمد صاحب دارالیمن غربی ربوہ کے ہمراہ بعوض بیس ہزار روپے حق مہر مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت نے بمقام بیت المبارک ربوہ مورخہ یکم فروری ۹۲ء کو پڑھا۔

○ عزیز منصور محمود منہاس ابن مکرم میاں محمد احمد خان صاحب چک نمبر ۱۶۶ مراد ضلع بہاولنگر کا نکاح بعوض مبلغ -/۵۰،۰۰۰ روپے حق مہر پر عزیزہ رخشندہ امین دختر مکرم چوہدری محمد امین صاحب سے مکرم ناصر احمد بھٹی صاحب معلم وقف جدید نے مورخہ ۲۹ نومبر ۹۱ء کو پڑھا۔

عزیز مسعود محمود منہاس صاحب ابن مکرم میاں محمد احمد خان صاحب چک نمبر ۱۶۶ مراد ضلع بہاولنگر کا نکاح بعوض مبلغ -/۵۰،۰۰۰ روپے حق مہر پر عزیزہ راشدہ محمود بنت مکرم چوہدری محمد اشرف صاحب سے مکرم ناصر احمد بھٹی صاحب معلم وقف جدید نے مورخہ ۲۹ نومبر ۹۱ء کو پڑھا۔

احباب ان رشتوں کے بابرکت اور مثمر بثمرات ہونے کے لئے دعا کریں۔

تقریب شادی: عزیز انس محمود منہاس صاحب کی شادی کی تقریب مورخہ ۲ جنوری ۹۲ء کو ہوئی۔ عزیز منصور محمود منہاس کی شادی کی تقریب مورخہ ۳ جنوری ۹۲ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ جس میں دعا امیر ضلع بہاولنگر مکرم رانا محمد خان صاحب نے کرائی دعوت ولیمہ مورخہ ۴ جنوری کو ہوئی۔ اور عزیز مسعود محمود منہاس کی شادی کی تقریب مورخہ ۱۷ جنوری کو ہوئی۔

احباب ان رشتوں کے بابرکت اور مثمر بثمرات ہونے کے لئے دعا کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ تمام سینیٹروں نے اتوار کے روز اتفاق رائے سے سپیکر قومی اسمبلی کے رویّہ اور سینیٹر حافظ حسین احمد کو پارلیمنٹ کے اندر داخل ہونے سے روکنے کے خلاف پندرہ منٹ کا علامتی واک آؤٹ کیا۔

○ جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کے سربراہ امان اللہ خان نے کہا ہے کہ اگر حکومت پاکستان نے کنٹرول لائن توڑنے سے روکنے کی کوشش کی تو وسیع پیمانے پر خون خرابہ ہوگا۔

○ ۱۱۔ فروری کو کنٹرول لائن عبور کرنے کے لئے مختلف مقامات سے قافلے روانہ ہوگئے ہیں۔ کنٹرول لائن پر کشیدگی بڑھ گئی ہے۔ بھارتی فوج لاؤڈ سپیکروں پر اعلان کر رہی ہے کہ سرحد پار کرنے والوں کو گولی مار دی جائے گی۔

○ واپڈا نے فیصلہ کیا ہے کہ بجلی کے نرخوں میں چند دنوں میں تیسری بار پھر ڈھائی فی صد اضافہ کر دیا جائیگا۔

○ حکومت پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ کسی شخص کو کنٹرول لائن عبور نہیں کرنے دی جائے گی۔

○ سیہون شریف کے قریب ڈاکوؤں نے مال گاڑی لوٹ لی۔ ۳۔ افراد کو ہلاک کر دیا گیا۔ ڈاکو ۳۵۔ افراد کو اغوا کر کے لے گئے۔ ڈاکوؤں نے حملہ میں راکٹ بھی استعمال کئے۔

○ ڈاکوؤں نے میٹر سکھر کی مل سے دو ڈیلروں کو اغوا کر لیا جس سے صنعتکاروں میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا۔

غیر ملکی خبریں

○ الجزائر میں حکومت اور سیکیورٹی فورسز کے درمیان جھڑپوں کے بعد ملک میں ایک سال کے لئے ہنگامی حالت نافذ کر دی گئی ہے۔ اس کے تحت حکومت کو گرفتاریوں کے وسیع حقوق حاصل ہو گئے ہیں۔

○ روس کے صدر مسٹر بورس یلسن کی اقتصادی اصلاحات پر شدید تنقید کی جا رہی ہے۔ روس میں ان کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف ایک بڑا مظاہرہ ان کے حق میں بھی ہوا۔

○ اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی نے اعلان کیا ہے کہ صومالیہ میں خانہ جنگی سے نمٹنے کے لئے اقوام متحدہ میں بات چیت ہوگی صومالیہ کی خانہ جنگی سے ۶۰ ہزار پناہ گزین فرار ہو کر کینیا چلے گئے ہیں۔

○ مقبوضہ کشمیر میں حریت پسندوں اور بھارتی فوجوں کے درمیان جھڑپ کے نتیجہ میں ۵ بھارتیوں سمیت ۱۵ افراد ہلاک ہو گئے۔

○ مقبوضہ عرب علاقوں میں فلسطینیوں کا اسرائیلیوں کے خلاف احتجاج جاری ہے۔

○ جنوبی افریقہ میں تشدد کے واقعات میں ۱۴ افراد ہلاک ہو گئے۔ یہ واقعات افریقن نیشنل کانگرس کی ایک مخالف تنظیم سے منسوب کئے گئے ہیں۔

○ فلپائن میں صدارتی انتخاب کے لئے ۷۸ اور نائب صدر کے عہدہ کے لئے ۱۸ امیدواروں نے کاغذات جمع کرائے ہیں۔

بقیہ : صا سے آگے

عطا فرمایا ہے۔

نومولود مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی کا پوتا ہے۔

○ مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب کاہلوں لکھتے ہیں کہ میرے بڑے بیٹے عزیزی حفیظ احمد چوہدری جو کہ چوہدری بشیر احمد صاحب کا پوتا ہے اور عزیزہ آسیہ جو کہ ملک غلام فرید صاحب کی پوتی ہے کو اللہ تعالیٰ نے ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء بروز جمعہ فرزند سے نوازا ہے۔

○ مکرم ندیم الحق ناصر صاحب مقیم جرمنی ابن مکرم عبدالحق ناصر صاحب اور عزیزہ زرقا ندیم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۵ جنوری کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ جو وقف نو میں شامل ہے۔ نومولود کا نام راول حسن ناصر تجویز ہوا ہے

احباب ان سب کی صحت یابی لمبی عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کریں۔

شیزان

پاکستان میں
تازہ پھلوں کی مصنوعات
بنانے والا
سب سے بڑا ادارہ

Shezan International Ltd., Lahore-Karachi.

adcom 111-89